دیبل و منصورہ میں اسلامی علوم کی اشاعت: سندھ میں عرب دور حکومت کا ایک جائزہ

Preaching of Islam in Debal and Mansoorah: An Analysis based on the era of Arab's ruling in Sindh

Amber Mehar *

Abstract

Sindh was the earliest region conquered by the Arabs and Islam was introduced there after 720 AD. Regarding the propagation and preaching of Islamic teachings in Debal and Mansora, the ruling classes gave great respect to the scholars. They were not only taking care of all their needs but also honoring them by assigning the important post and positions in the state. The rulers did not make any difference in the service of the Ulema and the same response of respect and honor was from Ulema for the rulers. In this way, together they eliminated all matters which were non-Shari'ah in the state. This papers aims to revise such a brilliant collaboration of Ulema and rulers and their impact on the society, which actually is the important need of our society too.

Keyword: Sindh, scholars, Islamic life, Arab, propagation

تعارف

چوتھی صدی ہجری میں پورا عالم اسلام علمی و دینی نشاط سے معمور تھا مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کے بلاد وامصار اور شہر و قریات اسلامی علوم وفنون اور دینی رجال و شخصیات کے گہوارے تھے جن میں اسلامی ثقافت پرورش پا رہی تھی، یہی پر بہار زمانہ سندھ میں ہباریوں کی حکومت کا دور تھا، اور بغداد و بصرہ کی طرح سندھ و منصورہ اور دیبل وغیرہ بھی اسلامی علوم وفنون کے مرکز تھے، جگہ جگہ دینی علوم وفنون کی بساطیں بچھی ہوئی تھیں، گھر گھر دارالعلوم بنا ہوا تھا اور ایک ایک بستی میں سیکڑوں علماء وفضلاء رہتے تھے اس دور میں سندھ میں اسلامی زندگی اپنے پورے شباب پر تھی، ہباری حکمران

* Ms. Amber Mehar, Research Scholar, University of Karachi, Karachi
amber.mehar@mail.com

بڑے علم دوست اور اہل علم کے قدردان تھے انہوں نے دینی علوم ورجال کی سرپرستی کی، علمی خاندانوں سے ان کے تعلقات تھے اور اہل علم وفضل ان کے دربار سے وابستہ تھے ان کا مسلک اگرچہ امام داؤدی ظاہری کا تھا اور وہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے تھے، مگر پورے سندھ میں فقہائے احناف کی کثرت تھی۔ معتزلہ کی عقلیت پسندی سے نجات تھی۔ عام مسلمانوں کا دینی حال نہایت اچھا تھا، مذہبی تعصب، گروہ بندی اور جانبداری کا نام تک نہیں تھا، بلکہ ہر مسلک کے لوگ آزادی اور سکون سے اپنے مسلک پر عمل کرتے تھے حسن اخلاق، سیر چشمی اور انسانیت و مروت سندھ کے مسلمانوں کے امتیازی صفات تھے، بڑے بڑے شہروں کی زبان عربی اور سندھی دونوں تھیں بود و باش اور طرز زندگی مرکز خلافت عراق سے ملتا جلتا تھا، اور ذہن و مزاج کے اعتبار سے وہ سچے مسلمان تھے خاص طور سے بڑے شہروں میں اسلامی شان وشوکت کا غلبہ تھا اور بہت بڑا شہر تھا اور وہاں مسلمانوں کی بہت زیادہ آبادی تھی، بیرون بھی خالص اسلامی شہر تھا، دیبل علماء وفقہاء کا مرکز تھا، اور منصورہ تو گویا دارالاسلام والمسلمین بن کر بغداد کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ رسم ورواج عراق سے ملتے جلتے تھے، ساتھ ہی حسن اخلاق اور شرافت میں بھی یہ لوگ مشہور تھے۔

"چوتھی صدی ہجری میں پورے عالم اسلام میں وعظ و تذکیر اور تبلیغ کے خصوصی حلقے اور جلسے ہوا کرتے تھے جن میں عامۃ المسلمین حاضر ہو کر دینی علوم ومسائل سے واقف ہوتے تھے، ہر علاقہ میں وعظ و تذکیر کے طریقے جدا جدا ہوتے تھے، کہیں کتابیں پڑھی جاتی تھیں، کہیں زبانی وعظ ہوا کرتے تھے کسی جگہ اس کام کے لیے خصوصی مقامات ہوتے تھے، کہیں مسجد یں مجالس وعظ و تذکیر بنتی تھیں، مگر سندھ میں وعظ و تذکیر کا کوئی خاص انتظام واہتمام نہیں تھا۔"[۱] مقدسی نے اس حوالے سے لکھا ہے:

"ولیس للمذکرین بہ صیت ولا ھم رسوم تذکیر"[۲] (سندھ میں مذکروں اور واعظوں کا شہرہ نہیں ہے اور نہ ان کے وعظ و تذکیر کا کوئی خاص انداز ہے)

علم الادیان مسلمانوں کی نظر میں سب سے محبوب اور ضروری علم ہے اور "عربی حکومت کے زمانے میں سندھ میں بھی دیگر ممالک اسلامی کی مثل اس تعلیم کو نہایت فروغ تھا شام و عراق کے نامور اساتذہ یا وہاں کے سند یافتہ علماء یہاں کے بڑے بڑے شہروں میں قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے اور اسی ضمن میں فقہ، منطق، فلسفہ یا علم کلام اور صرف ونحو کی تعلیم دی جانے لگی تھی۔"[۳]

سندھ میں عربوں کے تشکیل شدہ معاشرے کے جائزے سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ "عربوں کی جنگی قوت نے سندھ کے بڑے بڑے قلعے سر کئے تو ان کے عمدہ اخلاق واوضاع نے اہل سندھ کے دلوں کو مسخر کر لیا چند ہی روز میں یہاں کے لوگ ان سے ایسے گھل مل گئے کہ سندھ کے اصلی اور عربی باشندوں میں تمیز نہ ہوتی تھی۔ مذہبی طور پر بھی اگرچہ بت پرستی کا ان میں رواج تھا مگر یہ لوگ بدھ مت کے نام لیوا تھے اور اس کی اخلاقی تعلیم اسلام سے ایک قسم کی مناسبت رکھتی تھی لہذا ان کے رئیس یا مذہبی پیشواؤں کو توحید کا مذہب قبول کرنے میں زیادہ عرصہ نہ لگا۔ اور سندھ کے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ بلکہ مولف عجائب الہند کی روایت صحیح ہو تو ہندوستان کی زبان میں ایک کشمیری راجہ ہی کی فرمائش سے قرآن مجید کی سب سے پہلی تفسیر کی گئی۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ (تیسری صدی ہجری میں) سندھ سے باہر اسلام کا اثر پھیلنے لگا تھا سرحد کابل کے ایک خود مختار راجہ کے بطور خود اسلام لانے کی روایت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے۔ اس راجہ کا بیٹا بہت بیمار ہو گیا تھا اور برہمنوں نے اپنے دیوتا کی طرف سے حکم لگایا تھا کہ وہ اچھا ہو جائے گا۔ لیکن یہ پیشین گوئی غلط نکلی۔ لڑکا مر گیا راجہ نے بعض مسلمان سوداگروں کو بلا کر اسلام کے عقائد دریافت کئے اور مسلمان ہو گیا۔"[۴]

منصورہ میں اسلامی علوم کی اشاعت

سندھ میں عربی حکومت کے قیام کے بعد عربوں نے خاص چھاؤنیاں تعمیر کرائیں جو آہستہ آہستہ بڑے شہروں میں تبدیل ہو گئیں۔ ان شہروں میں سے المنصورہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ "محمد بن قاسم کے سندھ سے جانے کے بعد سندھ پر عرب گورنر ہو کر آتے تھے۔ جن کے سیاسی مصلحتوں اور جلدی جلدی تبادلوں کے باعث سارے ملک میں بدامنی پیدا ہو چکی تھی۔ کتنے ہی بیرونی سرداروں نے اس سے فائدہ لیکر خود مختاری کا علم بلند کیا اس کے علاوہ یمنی اور نزاری کی باہمی خانہ جنگی کے سبب بھی عربوں کی طاقت سندھ میں کمزور ہو چکی تھی۔ ان تمام باتوں کی درستگی کے لیے عراق کے والی قسری کی سفارش سے حکم بن عوام کلبی سندھ کا گورنر مقرر ہوا۔ وہ جابر حاکم اور اچھا منتظم تھا۔ حکم بن عوام اپنے ساتھ عمرو بن محمد قاسم کو لیکر آیا۔ جو اپنے والد کی طرح سپہ گری میں ماہر تھا۔ عمرو حکم بن عوام کے حکم سے سندھ کا اندرونی انتظام بہتر کیا۔ جو علاقے خود مختار ہو چکے تھے، انہیں دوبارہ فتح کیا۔ ان فتوحات کی خوشی میں عمرو بن محمد قاسم مہران "سندھ" کے

مغربی کنارے پر موجودہ برہمن آباد کے دو میل کے فاصلے پر ایک شہر تعمیر کرایا جس کا نام "المنصورہ"یعنی "فتح کی جگہ" رکھا گیا۔ المنصورہ کی بنیاد سن ۱۰۵ھ /۷۲۳ءاور سن ۱۲۰ھ /۷۳۸ءکے درمیان پڑی۔ جو آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے دار الخلافہ بنا۔"[۵]

سندھ کے مرکزی شہر کے سبب دوسرے اسلامی عرب ممالک کے ساتھ بہت زیادہ اور گہرے تعلقات تھے عرب سیاحوں، مؤرخوں اور جغرافیہ نویسوں کے بیان کے مطابق منصورہ کے قلعے کے چار دروازے تھے۔"[۶] منصورہ غالباً غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت (۱۲۴۲ء) تک قائم تھا جو بعد میں مہران کے توٹ پھوٹ کے سبب یا زمین کے زلزلے کے سبب زمین دوز ہو گیا۔ المنصورہ جیسا کہ اسلامی حکومت کا دارالخلافہ تھا، بڑے بڑے جید عالم اس شہر میں رہتے تھے اس شہر میں عربی ماحول اور علماء کے موجود ہونے کی وجہ سے بڑے بڑے مدارس اور درسگاہ بھی تھے۔ عرب اور عراق سے بڑے بڑے عالم، مفتی، قاضی اور مدرس ہو کر اس شہر میں آتے تھے عرب سیاحوں اور مؤرخوں کے تذکروں میں سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں منصورہ میں کتنے ہی بلند پایہ عالم، فاضل، ادیب اور شاعر رہتے تھے منصورہ کے علمی اور مذہبی حالات کے بارے میں بشاری مقدسی اس طرح تعریف کرتا ہے: "یہان کے رہائشی لائق اور بامروت ہیں۔ ان کے پاس اسلام کی تازگی ہے، اہل علم یہاں زیادہ رہتے ہیں۔ لوگوں میں ذہانت اور ذکاوت ہے۔ وہ نیکی اور خیرات کرتے ہیں۔"[۷] بزرگ بن شہریار کا کہنا ہے: "منصورہ میں سندھی زبان عام طریقے سے بولی جاتی ہے۔ اور حاکم طبقہ ان کی واقفیت کی پوری اہلیت رکھتا ہے۔"[۸]

مذہبی حوالے سے حکام منصورہ اور معاشرے کا جائزہ

"ملوک منصورہ انتہائی دیندار اہل سنت والجماعت میں سے تھے اور امام داؤدی ظاہری کے طریقہ پر شدت سے عامل تھے منصورہ میں بڑے بڑے ظاہری علماء فقہاء اور قضاۃ تھے۔ دولت ہباریہ کا سرکاری مذہب ظاہری تھا اور وہ اوّل سے آخر تک عباسی خلفاء سے متعلق رہے، آس پاس کے ہندو راجوں مہاراجوں سے ان کے تعلقات خوشگوار تھے، الور کے راجہ نے ان سے اسلام فہمی کی خواہش کی تو انہوں نے ایک عالم فاضل کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا کام انجام دیا، ان ہی کے زمانہ میں

سندھ کا ایک راجہ مسلمان ہوا، اور کعبہ کے لیے گراں قدر نذرانہ عقیدت پیش کیا اس طرح ہباری حکمرانوں نے خالص دینی اور اسلامی کام کئے جو ان کے دور حکومت کے لیے قابل فخر کارنامے ہیں۔"[۹]

ہباریوں کا پورا دور حکومت دینی اور مذہبی اعتبار سے انتہائی شاندار تھا وہ خود پکے سنی اور خلافت عباسیہ کے مطیع تھے۔"خلافت عباسیہ کے قاضی القضاۃ ابن ابی الشوارب کے خاندان سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے، یہ بجائے خود ہباریوں کے مذہبی ہونے کی دلیل ہے، ان کے فقہی مسلک کے بارے میں کوئی تصریح نہیں ملتی ہے مگر قوی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام داؤدی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ کے مسلک پر رہ کر عامل بالحدیث تھے۔ چوتھی صدی ہجری میں مشرقی عالم اسلام میں ظاہری مسلک کو بہت فروغ ہوا، اور اس نے حنبلی مسلک کی جگہ لے لی۔"[۱۰]
مقدسی نے لکھا ہے "اس زمانہ میں چار فقہی مذاہب حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور داؤدیہ تھے اور حنبلیہ کا نام نہیں لیا۔"[۱۱] معاشرے کے حوالے سے مذہبی صورتحال کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں "ان میں سے اکثر اصحاب حدیث ہیں، اور میں نے قاضی ابو منصوری سے ملاقات کی ہے جو داؤدی المذہب ہیں اور اپنے مذہب کے امام ہیں، ان کا حلقہ درس جاری ہے اور انہوں نے کئی اچھی اچھی کتابیں تصنیف کی ہیں، ملتان والے شیعہ ہیں اور یہاں کے بڑے بڑے شہر حنفی فقہاء سے خالی نہیں ہیں، یہاں پر مالکیہ اور معتزلہ نہیں ہیں اور نہ ہی حنابلہ کے مسلک پر عمل ہوتا ہے، یہاں کے مسلمان نہایت اچھے مسلک پر ہیں ان کا مذہبی حال بہت ہی قابل تعریف ہے، صلاح وپرہیز گاری ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو مذہبی غلو، عصبیت اور فتنہ وفساد سے بچا کر امن وراحت میں رکھا ہے۔"[۱۲]

ظاہریہ کا مسلک صرف سندھ اور منصورہ ہی میں رائج نہیں تھا بلکہ اقلیم فارس میں بھی اس کو فروغ تھا، بنی بویہ کے دور میں فارس میں امام داؤد ظاہری کے مسلک کے علماء فضلاء محکمہ قضا اور سرکاری عہدوں پر قابض تھے، عضد الدولہ داؤدی مسلک کا معتقد تھا۔"[۱۳] مقدسی نے لکھا ہے "اقلیم فارس میں داؤدی فرقہ کی درسگاہیں، دینی وعلمی مجلسیں ہیں اور ان کا غلبہ ہے داؤدی مسلک والے قضاء اور دوسرے اعمال پر قابض ہیں اور خود عضدالدولہ داؤدی مذہب کا معتقد ہے۔"[۱۴] مزید رقمطراز ہیں: مطلب یہ کہ اقلیم فارس اور اقلیم سندھ ایک ہی وقت میں ظاہری مذہب کے مرکزی مقامات تھے جہاں

ظواہر کو خوب فروغ ہوا اور ان کے علوم وفنون کی اشاعت ہوئی، بلکہ سندھ کے دوسرے پڑوسی ملک عمان میں بھی اہلسنت والجماعت داؤدی مذہب کے تھے اور ان کی مذہبی مجلسیں ودرسگاہیں بھی وہاں تھیں۔"[۱۵]

سندھ میں عہدہ قضاء پر داؤدی علماء قابض تھے مقدسی نے اپنے زمانہ میں امام محمد داؤدی کو منصورہ کا قاضی بتایا ہے جو اس وقت داؤدی مذہب کے امام تھے اور اس میں ان کی متعدد عمدہ تصانیف تھیں، اسی طرح قاضی ابو العباس احمد بن محمد تمیمی منصوری بھی کئی کتابوں کے مصنف اور منصورہ کے قاضی تھے۔ ویسے پورے اقلیم سندھ میں اہل سنت والجماعت حنفی تھے اور ان کا غلبہ تھا، یاقوت نے لکھا ہے: "سندھ والوں کے مذاہب میں غالب امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔"[۱۶] ہباری حکومتوں کی دینداری اور امور مملکت میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ ان کے ہاں باقاعدہ عہدہ قضاء قائم تھا جہاں خالص دینی قوانین کی رو سے فیصلہ ہوتا تھا۔ حدود وتعزیرات جاری ہوتی تھیں، اور پوری مملکت میں اسلامی احکام نافذ تھے۔ ابو دلف نے اپنے زمانہ کے حاکم منصورہ کے بارے میں لکھا ہے: "ویقیم الحدود"[۱۷]
سندھ میں ہباریوں نے روادارانہ طرز حکومت کے ذریعے غیر مسلم رعایا کے ساتھ انتہائی عمدہ سلوک رکھا جس کے خاطر خواہ اثرات سامنے آئے۔ "سندھ کی عام رعایا غیر مسلم اور بت پرست تھی، مگر ہباریوں کی دینداری اور حسن سیاست کی وجہ سے سب خوش تھے ان کو اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں تھیں دور ہو گئیں بلکہ اسلام سے ایک گونہ محبت پیدا ہو گئی اور بعض راجوں نے اسلام سمجھنے کی براہ راست کوشش کی چنانچہ الور کے راجہ مہروق بن رائق نے ۲۷۰ھ سلطان منصورہ عبد اللہ بن ہباری کو لکھ کر ایک عالم وفاضل کے ذریعہ قرآن اور اسلام کو سمجھا اور در پردہ اسلام لایا، اسی طرح ۲۵۹ھ میں سندھ کا ایک راجہ مسلمان ہوا جس نے کعبہ کو نہایت گراں قدر نزرانہ عقیدت پیش کیا۔"[۱۸] "چیمور اور سوپارہ یہ دونوں مرکزی اور ساحلی شہر اگرچہ دارالسلطنت منصورہ سے کچھ ہی عرصہ تک کے لیے وابستہ ہو گئے تھے اور کافی دوری پر تھے مگر یہاں بھی مسلمانوں کی دینی زندگی بہت شاندار تھی، یہاں عرب مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی تھی، اور عرب تاجر رہا کرتے تھے، ہباریوں کے عمل ودخل کے زمانہ میں ان دونوں شہروں میں مقامی راجہ کی طرف سے مسلمانوں کی الگ عدالت قائم تھی اور شرعی ودینی معاملات ان ہی میں طے ہوتے تھے، مسجدیں آباد تھیں، جمعہ وجماعات کا باقاعدہ اہتمام تھا اور آزادی کے ساتھ اسلامی احکام پر عمل ہوتا تھا، ہباریوں کے بہت بعد تک یہاں اسلام اور مسلمانوں کو شان وشوکت حاصل رہی۔"[۱۹]

منصورہ کے دینی علمی اشاعت کے مراکز

ہباریوں کا دارالسلطنت منصورہ دینی و علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا یہاں اس قسم کی درسگاہیں تھیں جن میں علماء محدثین باقاعدہ کتاب وسنت کا درس دیتے، احادیث کی روایت کرتے اور فقہ کی تعلیم دیتے یہاں دوسرے علوم کے مقابلے میں علوم شرعیہ کا رواج زیادہ تھا، مقدسی اس حوالے سے رقمطراز ہے: "ولہ تدریس وتصانیف، قد صنف کتباً عدۃً حسنۃً۔"[20] (ان کے درس کی مجلس ہے اور تصانیف ہیں وہ کئی اچھی اچھی کتابوں کے مصنف ہیں۔) مقدسی دارالسلطنت منصورہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "ولا اسلام طراۃ، ولا علم راھلہ کثیر ۔۔۔ ولار سوم تقارب العراق مع وطاء وحسن اخلاق۔"[21] (یہاں اسلام تروتازہ ہے، اور علم اور اہل علم کثرت سے ہیں ان کے اخلاق وعادات اہل عراق سے ملتے جلتے ہیں اور ان میں بردباری اور حسن اخلاق ہے۔)

"اس زمانے میں باقاعدہ مدارس اسلامیہ کا رواج نہیں ہوا اور جوامع ومساجد اور علماء کے کاشانے دینی درس گاہ ہوا کرتے تھے اور ہر مرکزی شہر علماء وفضلاء کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔"[22] لہذا باقاعدہ مراکز موجود نہ تھے لیکن وہ علماء، فضلاء اور محدثین جو معاشرے میں موجود تھے وہ مختلف جگہوں پر درس حدیث اور علمی اسباق دیتے تھے اور لوگوں کی دینی علوم کے حوالے سے تربیت جاری رکھتے تھے۔ ان علماء اکرام کے حلقہ درس موجود تھے جہاں وہ یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔ ذیل میں ان علماء اکرام کی تفصیل ہے، جنہوں نے شہر منصورہ میں علمی ودینی خدمات انجام دیں۔

۱۔ ابوبکر احمد بن محمد منصوری بکر آبادی

"آپ نے حدیث کی روایت امام ابوبکر اسماعیلی اور حافظ ابن عدی سے کی ہے۔ وطن منصورہ تھا مگر جرجان کے شہر بکر آباد میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، ۲۹ جمادی الاول ۴۲۲ھ کو انتقال فرمایا آپ کا تذکرہ حافظ ابوالقاسم نے تاریخ جرجان میں کیا ہے۔"[23]

۲۔ قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوری

"آپ شہر منصورہ کے قاضی اور داؤدی مذہب کے امام تھے ان کا شمار فضلاء داؤدیہ میں تھا آپ نے اس مسلک میں جلیل اور ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ابتداء میں اپنے آزاد کردہ غلام سے تعلیم حاصل کی پھر بغداد جاکر وہاں کے علماء و محدثین سے احادیث کی روایت کی اور منصورہ واپس آکر عہدہ قضا پر مامور ہوئے، آپ کی تصانیف میں کتاب المصباح کتاب الہادی اور کتاب النیر بہت اہم اور مشہور ہیں آپ کا تذکرہ ابن ندیم، ابو اسحٰق شیرازی، اور سمعانی نے کیا ہے۔"[۲۴]

۳۔ قاضی ابو محمد داؤدی منصوری

"آپ سے مقدسی نے منصورہ میں ملاقات کی ہے اور لکھا ہے کہ آپ داؤدی مذہب کے امام اور منصورہ کے قاضی ہیں۔ ساتھ ہی آپ کا حلقہ درس اور سلسلہ تصنیف بھی جاری ہے کئی معیاری اور بڑی کتابیں لکھی ہیں۔"[۲۵]

۴۔ ابو محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن مرہ منصوری

"آپ قرآن کے مستند قاری و مقری ہیں احادیث کا سماع حسن بن مکرم اور ان کے معاصرین سے کیا اور ان سے امام ابو عبد اللہ حاکم نے روایت کی، رنگ سیاہ تھا آپ کا تذکرہ سمعانی نے کیا ہے۔"[۲۶]

۵۔ قاضی محمد بن ابی شوراب

"محمد بن ابی شوراب جمادی الاوّل ۲۸۳ء میں منصورہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ قاضی بہت صاحب علم اور لائق انسان تھے۔ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور سندھ میں آنے کے بعد اس فانی دنیا سے انتقال کر گئے۔ عراق میں اور خاص کر بغداد میں لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ منصورہ میں قضا کے کام کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا شغل جاری رکھا۔ اس کے بعد ان کا بیٹا علی بن محمد ابی الشوراب منصورہ کا قاضی بنا۔ ان کی اولاد چوتھی صدی ہجری کی ابتدا تک منصورہ میں رہی۔

۶۔ احمد بن محمد قاضی منصوری

انہوں نے عراق اور ایران میں جا کر علم حاصل کیا اور وہاں بھی علم کی اشاعت کرتے رہے خود داؤد اصفہانی مذہب کے امام تھے۔ اثرم اور اس کے طبقے کے محدث سے اس نے روایت کی ہے۔"[۲۷]

دیبل میں دینی و علمی اشاعت

دیبل کا شہر سندھ میں محدثین اور رواۃ حدیث کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مرکز تھا اور اس بارے میں یہ منصورہ سے بہت آگے تھا یہاں کے علماء خاص طور سے پورے عالم اسلام سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ملک میں ان کی آمد و رفت جاری تھی۔ "شہر دیبل کی جانب حدیث کے راویوںؒ کی ایک جماعت منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سندھ کا یہ شہر احادیث رسول ﷺ کا شہر تھا اور یہاں پر احادیث کی تعلیم و روایت عام تھی۔"[۲۸] دیبل کے بیان میں یاقوت حموی نے لکھا ہے: "وقد نسب الیھا قوم من الرواۃ"[۲۹] (دیبل کی طرف رواۃ حدیث کی ایک جماعت منسوب ہے۔)

امام خلف بن محمد کا بیان ہے: "حدثنا علی بن موسیٰ الدیبلی بالدیبل" (علی بن موسیٰ دیبلی نے ہم کو دیبل میں حدیث کی تعلیم دی۔)[۳۰]

دیبل ساحلی شہر اور ہند و عرب کی تجارت کا بہت اہم مرکز تھا اس لیے یہاں کے بعض محدثین تاجر بھی تھے چنانچہ ابو محمد بن حسن بن حامد دیبلی بغدادی جو علم حدیث میں اہم مقام کے مالک تھے، بغداد کے بڑے تاجروں میں سے بھی تھے، خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں یہ صاف الفاظ لکھے ہیں: "وکان صدوقاً، وکان تاجراً ممولاً۔ (وہ حدیث میں صدوق اور مال دار تاجر تھے۔)"[۳۱]

دیبل چونکہ بہت قدیم شہر تھا اس لیے یہاں ہباری حکومت سے پہلے اور اس کے بعد علوم اسلامیہ کا رواج جاری رہا اور بہت سے محدثین و رواۃ حدیث نے دیبل ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں خوب نام کمایا۔ دیبل کے یہ علماء اور فقہا علمی دروس اور درس حدیث کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے مختلف حلقے موجود تھے جہاں وہ احادیث کو روایت کرتے اور تربیت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ اطہر مبارک پوری نے اپنی "کتاب ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے اہم علماء اکرام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابو العباس احمد بن عبد اللہ دیبلی نیشاپوری

"آپ محدث و فقیہہ کے ساتھ عابد و زاہد بھی تھے، طالب علمی کے ابتدائی دور ہی سے غربت و مسافرت کی زندگی بسر

کی، امام ابن خزیمہ کی علمی شہرت سن کر دیبل سے نیشاپور گئے اور اس طرح وہیں کے ہو کر رہ گئے کہ حسن بن یعقوب حداد کی خانقاہ میں سکونت اختیار کی اور نیشاپور ہی میں شادی کرلی۔ دن بھر شہر میں پنج وقتہ نمازیں جامع مسجد میں ادا کرتے اور رات کو خانقاہ میں چلے آتے، دیبل سے نیشاپور، بصرہ، بغداد، مکہ، مصر، دمشق، بیروت، حران، تستر، اور عسکر کا سفر کر کے ان ممالک کے علماء و محدثین سے روایت کی، آپ کے تلامذہ میں امام ابو عبد اللہ حاکم جیسے جلیل القدر امام حدیث بھی ہیں رجب ۳۴۳ھ میں نیشاپور میں فوت ہوئے آپ کا تذکرہ سمعانی نے کیا ہے۔"[۳۲]

۲۔ ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون حربی دیبلی رازی

"آپ نے امام جعفر بن محمد فریابی اور ابراہیم بن شریک کوفی وغیرہ سے روایت کی۔ قرآن کریم کی تعلیم حسنون بن ہثیم دویری اور امام عاصم کوفی کی قرات سے حاصل کی، ۲۷۵ھ دیبل میں پیدا ہوئے اور رجب ۳۷۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔"[۳۳]

۳۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دیبلی بغدادی

"چوتھی صدی میں دیبل کے مشاہیر علمائے حدیث میں سے تھے آپ نے موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی الصائغ الکبیر وغیرہ سے حدیث کی روایت کی تھی اور اعیان بغداد میں تھے۔"[۳۴]

۴۔ ابو محمد حسن بن حامد دیبلی بغدادی

"محدث و ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بغداد کے بڑے تاجروں میں سے بھی تھے، بغداد میں درب زعفرانی کی سرائے خان ابن حامد آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ حدیث کا سماع علی بن محد بن سعید موصلی وغیرہ سے کیا تھا اور محمد بن علی صوری نے مصر میں آپ سے روایت کی تھی عربی کے اچھے شاعر تھے، مشہور شاعر متنبی جب بغداد آیا تو آپ ہی کے یہاں قیام کیا آپ نے اس کی خاطر تواضع کی تو اس نے کہا کہ اگر میں کسی تاجر کی تعریف کرتا تو آپ کی تعریف اپنے اشعار میں ضرور کرتا، مصر میں ۴۰۷ھ میں فوت ہوئے۔"[۳۵]

۵۔ ابو القاسم حسین بن محمد بن اسد دیبلی دمشقی

"آپ نے دمشق میں امام ابو یعلی موصلی سے احادیث کی روایت کی ہے ۳۴۰ھ تک دمشق میں زندہ تھے۔"[۳۶]

۶۔ خلف بن محمد موازینی دیبلی بغدادی

"دیبل سے بغداد گئے اور وہیں پر اپنے ہم وطن امام حدیث علی بن موسیٰ دیبلی سے حدیث کی روایت کی۔ اس سے پہلے یا اس کے بعد دیبل میں علی بن موسیٰ سے روایت کی ہے، آپ سے ابو الحسین بن جندی نے روایت کی ہے۔ آپ چوتھی صدی میں دیبل کے کبار محدثین میں سے تھے۔"[۳۷]

۷۔ ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد دیبلی

"آپ ابن ابی قطعان دیبلی کی کنیت سے مشہور ہیں، دیبل سے مصر جا کر احادیث کا درس دیا، ابو سعید بن یونس نے وہیں آپس حدیث کا املاء کیا قدماء محدثین میں ہیں۔"[۳۸]

۸۔ علی بن احمد بن محمد دیبلی

"آپ نے غالباً مقری شام ابو عبد اللہ دیبلی کے نواسے ہیں ابو العباس الاصم اور ابو عبد اللہ بن احمد بن موسیٰ دیبلی وغیرہ سے روایت کی، آپ کی تصانیف میں کتاب الادب القضاۃ کے مسائل پر بہت ہی اہم کتب ہیں، تیسری صدی کے مشاہیر میں آپ کا شمار تھا۔"[۳۹]

۹۔ علی بن موسیٰ دیبلی بغدادی

"آپ چوتھی صدی کے کبار محدثین میں سے ہیں اپنے شہر سیبل میں حدیث کا درس دیتے تھے چنانچہ خلف بن محمد دیبلی نے دیبل ہی میں آپ سے روایت کی ہے آپ نے بغداد میں بھی حدیث کی روایت کی ہے۔"[۴۰]

۱۰۔ ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلی مکی

"آپ محدث مکہ کے لقب سے مشہور ہیں دیبل سے جا کر مکہ مکرمہ میں مستقل سکونت و مجاورت اختیار فرمائی اور مجاور مکہ

کہلائے۔ آپ کے صاحبزادے ابراہیم بن محمد دیبلی بھی مشہور محدث ہیں، ابو عبد اللہ سعید بن عبد الرحمٰن مخزومی، ابو عبداللہ حسین بن حسن مروزی عبدالحمید بن صبیح، ابوالحسن احمد بن ابراہیم مکی، اور ابو بکر محمد بن ابراہیم مقری وغیرہ سے حدیث روایت کی۔ جمادی الاوّل ۳۲۲ھ میں مکہ میں فوت ہوئے۔"[۴۱]

۱۱۔ ابو بکر محمد بن حسین بن محمد دیبلی شامی

"چوتھی صدی کے مشہور قاری و مقری تھے امام ہارون اخفش کے دو تلامذہ، ابن ابی حمزہ اور ابن ابی داوٗد سے قرات کی تعلیم حاصل کی اور ان سے امام حافظ ابو لاحسن علی بن عمرو دارقطنی اور عبدالباقی بن حسن نے روایت کی ہے آپ کی مستقل سکونت ملک شام میں تھی۔"[۴۲]

۱۲۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ دیبلی شامی

"ابو عبد اللہ دیبلی کی کنیت ونسبت سے مشہور ہیں، اپنے زمانے کے اولیائے کبار میں سے تھے صاحب کشف و کرامت بزرگ عابد وزاہد ہیں، ساتھ ہی زبردست قاری مقری بھی تھے، تجوید وقرات کے ساتھ قرآن کی تعلیم جعفر بن محمد بن سقیط عبدالرزاق بن حسن اور سکن بن بکرویہ جیسے ماہرین فن سے حاصل کی تھی ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں آپ کا حال لکھاہے۔"[۴۳]

۱۳۔ ابوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ دیبلی

"عابد وزاہد اور بڑے نیک وپارسا عالم دین تھے، ذریعہ معاش کتابوں کی تجارت تھا ابو خلیفہ فضل بن حباب جمحی جعفر بن محمد بن حسن

فریابی، عبدان بن احمد بن موسیٰ سکری، اور محمد بن عثمان بن ابی سوید بسری وغیرہ سے حدیث کی روایت کی تھی آپ کے تلامذہ میں مشہور امام حدیث ابو عبداللہ حاکم ہیں، انہوں نے آپ سے حدیث کا سماع کیا۔ رمضان ۳۵۴ھ میں فوت ہوئے۔"[۴۴]

۱۴۔ابو محمد دیبلی بغدادی

"آپ حضرت شیخ جنید بغدادی کے ارشد تلامذہ اور خاص اصحاب میں سے ہیں ابو محمد دیبلی نے حضرت شیخ جنید کے وصال کے وقت ان سے عرض کیا کہ آپ کے بعد ہم کس کے یہاں جائیں؟اور کس کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کریں؟تو آپ نے اپنے خلیفہ شیخ ابو محمد جریری کا نام لیا۔"[۴۵]

۱۵۔ابو موسیٰ دیبلی بغدادی

"حضرت بایزید بسطامی کے بھانجے ہیں اور ان کی بابرکت صحبت سے فیض اٹھایا ہے حضرت بایزید کے بہت سے اقوال آپ سے منقول ہیں۔"[۴۶]

خلاصہ کلام

دیبل اور منصورہ میں اسلامی علوم کی اشاعت کے حوالے سے حکمران طبقات نے خوب سرپرستی کی اور علماء اکرام کو عزت وتکریم دی، ان کی تمام ضرورتوں کا نہ صرف خیال رکھا بلکہ انہیں ریاستی نظام میں بھی اہم حیثیتوں سے نوازا۔ایک طرف تو حکمرانوں نے علماء کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور دوسری طرف انہوں نے خود بھی ان کی اصلاح وتبلیغ اور اسلامی شعائر کی پابندی کو یقینی بنایا اور ریاست میں تمام ایسے معاملات جو کہ غیر شرعی تھے انہیں ختم کیا اور افراد معاشرہ میں سے بھی ایسی خرابیوں کو ختم کرنے کے لیے قانون سازی کی۔

سندھ میں عام طور پر اس زمانے میں باقاعدہ مدارس کا رواج نہ تھا جو کہ آج کے دور میں نظر آتا ہے۔خانقاہیں اور مساجد تھیں جہاں اہل علم ودانش اور صوفیائے کرام لوگوں کی تعلیم تربیت کو فریضہ سرانجام دیتے تھے۔لہذا ہر خانقاہ کا نظام ایک معتبر شخصیت کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ان شخصیات سے فیض یاب ہوتے تھے اور کئی کئی سال ان خانقاہوں میں تربیت کے سلسلے میں گزار دیتے تھے۔لہذا اسلام کی تعلیمات کے حوالے سے علماء اکرام اور مشائخ عظام مسلسل کام کرتے رہے۔ علمی سطح پر تصنیفات، درس حدیث، درس قرآن، اور مختلف مسائل کے حوالے سے فقہی فتاویٰ کا سلسلہ جاری رہتا۔دیبل اور منصورہ کے علماء کرام نہ صرف ان علاقوں میں دینی اشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے بلکہ پورے سندھ اور ہندوستان تک ان کا فیض چلتا رہا۔اور بے تحاشہ غیر مسلم خصوصاً ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔

حوالہ جات

۱۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ دہلی: ندوۃ المصنفین۔۱۹٦۷ء۔ ص ۱۵۲

۲۔ مقدسی المعروف البشاری۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ مطبوعہ یورپ۔ س ن۔ ص ۴۸

۳۔ سید ہاشمی فرید آبادی۔ تاریخ ہند۔ حیدر آباد دکن: عثمانیہ سرکار عالی۔ ۱۹۳۹ء۔ ص ۲۰۳

۴۔ ایضاً۔ ص ۲۰۳ تا ۲۰۴

۵۔ محمد جمن تالپر۔ سندھ جا اسلامی درسگاہ (کتاب نمبر ۱۹۰)۔ حیدر آباد: سندھ سیاحت گھر۔ ۲۰۰۷ء۔ ص ۹۳

٦۔ ایضاً

۷۔ ایضاً۔ ص ۹۴

۸۔ ایضاً

۹۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۰۰ تا ۱۰۱

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۱۲۰

۱۱۔ مقدسی المعروف البشاری۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ ص ۳۷

۱۲۔ ایضاً۔ ص ۴۸

۱۳۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۲۰

۱۴۔ مقدسی المعروف البشاری۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ ص ۴۳۹

۱۵۔ ایضاً۔ ص ۹٦

۱٦۔ یاقوت بن عبد اللہ الحموی۔ معجم البلدان۔ ج ۵۔ طبع مصر۔ س ن۔ ص ۱۵۱

۱۷۔ ایضاً ج ۵۔ ص ۱۵۱

۱۸۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۲۲

۱۹۔ ایضاً۔ ص ۱۵۱ تا ۱۵۲

۲۰۔ مقدسی المعروف البشاری۔ احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم۔ ص ۴۸۱

۲۱۔ ایضاً۔ ص ۴۷۹

۲۲۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص۱۵۷

۲۳۔ ایضاً۔ ص۱۵۸

۲۴۔ ایضاً۔ ص۱۵۸

۲۵۔ ایضاً۔ ص۱۵۸

۲۶۔ ایضاً۔ ص۱۵۸تا۱۸۶

۲۷۔ محمد جمن تالپر۔ سندھ جا اسلامی درسگاہ۔ ص۹۶

۲۸۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص۱۵۹

۲۹۔ یاقوت بن عبد اللہ الحموی۔ معجم البلدان۔ ج۴۔ ص۱۱۸

۳۰۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص۱۵۹

۳۱۔ ایضاً۔ ص۱۵۹

۳۲۔ ایضاً۔ ص۱۶۰

۳۳۔ ایضاً۔ ص۱۶۰

۳۴۔ ایضاً۔ ص۱۶۰

۳۵۔ ایضاً۔ ص۱۶۱

۳۶۔ ایضاً۔ ص۱۶۱

۳۷۔ ایضاً۔ ص۱۶۱

۳۸۔ ایضاً۔ ص۱۶۱

۳۹۔ ایضاً۔ ص۱۶۱

۴۰۔ ایضاً۔ ص۱۶۲

۴۱۔ ایضاً۔ ص۱۶۲

۴۲۔ ایضاً۔ ص۱۶۲

۴۳۔ ایضاً۔ ص۱۶۲

۴۴۔ ایضاً۔ ص ۱۶۲ تا ۱۶۳

۴۵۔ ایضاً۔ ص ۱۶۳

۴۶۔ ایضاً۔ ص ۱۶۳